Fikr-o-Nasar (Islamabad) 4:4(1966)

تعدد ازواج

آئمۂ مجتہدین کی نظر میں

پروفیسر ابو شہاب رفیع اللہ

ماضی قریب میں ہماری عائلی زندگی کو جن چیزوں نے زیادہ نقصانات پہنچائے ہیں، ان میں سے ایک تعدد ازواج کی اجازت سے ناجائز فائدہ اٹھانا بھی ہے۔ ہمارے معاشرہ میں اس خرابی کی جڑیں اتنی گہری پہنچ گئی تھیں کہ مصلحین کی واعظانہ کوششیں بھی اس سلسلہ میں کوئی مثبت نتیجہ برآمد نہ کر سکیں۔ یہاں تک کہ اس ظلم کو ختم کرنے کے لئے یہ تجویزیں پیش کی گئیں کہ قانون کو ایسی حالت میں مرد کو صرف ایک بیوی رکھنے پر مجبور کرنا چاہیئے اور دوسری بیوی یا بیویوں کو اس کے خلاف قانون سے دادرسی پانے کا حق ہونا چاہیئے [1]

پاکستان بننے کے بعد ہماری معاشی حالت پہلے کی نسبت قدرے بہتر ہوگئی تو بعض لوگوں نے اس اجازت سے پہلے سے بھی زیادہ ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش کی۔ اس مشروط شرعی اجازت سے فائدہ اٹھانے والوں میں سے بمشکل ایک فیصد ایسے ہوں گے جنہوں نے اس کی شرعی شرائط کی پوری طرح پابندی کی ہو۔ چنانچہ اب اس مسئلہ کی شدت کو پہلے سے بھی زیادہ سختی سے محسوس کیا جانے لگا۔ آج سے تیس سال پہلے جو لوگ اس پر قانونی پابندیاں عائد کرانے کی تجاویز پیش فرما رہے تھے، وہ تو کسی مصلحت کے تحت خاموش ہوگئے لیکن اس ظلم کے خلاف آواز اٹھانے والوں کی کبھی کمی نہ ہوئی۔ آخر کار طویل جدوجہد کے بعد یہ لوگ اپنی کوششوں میں کامیاب ہوئے اور عائلی قوانین کے تحت تعدد ازواج کی اجازت کو بھی قانونی طور پر مشروط قرار دے دیا گیا۔ ان میں سے اہم تر شرط یہ تھی کہ دوسری شادی کرنے سے

---

[1] حقوق الزوجین۔ مولانا مودودی کا صفحہ ۱۴۱ — ۱۴۲ (طبع ہفتم)

پہلے پہلی بیوی کی رضامندی بھی حاصل کی جائے۔

لیکن ہماری حیرانی کی کوئی انتہا نہ رہی کہ وہی لوگ جو آج سے تیس سال پہلے تعدد ازواج کی شکل میں اس ظلم کو ختم کرنے کے لئے قانونی پابندیوں کی سفارش کر رہے تھے، اس کی مخالفت پر اُتر آئے اور انھوں نے یہ تاثر دینا شروع کر دیا کہ اسلام میں تعدد ازواج کی اجازت کسی شرط کے ساتھ مشروط نہیں اور آج جو لوگ ایسا کر رہے ہیں وہ سب کچھ مغربی تہذیب کی اندھی نقالی ہے۔ ان حضرات کے اس قسم کے متضاد طرز عمل سے اکثر ذہن پریشان ہو گئے۔ اس لئے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ اس سلسلہ کے اسلامی احکام کو تفصیل سے پیش کر دیا جائے جن سے خود بخود معلوم ہو جائے گا کہ ان حضرات کا آج کل کا طرز عمل مطابق اسلام ہے یا وہ جو انھوں نے تیس سال پہلے اختیار کیا تھا۔

قرآن حکیم سے استدلال

تعدد ازواج کی اجازت کے لئے عام طور پر قرآن حکیم کی اس آیت سے استدلال کیا جاتا ہے۔

وان خفتم الّا تقسطوا فی الیتمٰی فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنیٰ وثلث ورُبٰع فان خفتم الّا تعدلوا فواحدۃً او ما ملکت ایمانکم ذلک ادنیٰ الّا تعولوا۔ (النساء ۔ ۳)

(ترجمہ) اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ تم یتامیٰ کے ساتھ انصاف نہیں کر سکو گے تو عورتوں میں سے جو تمہیں پسند ہوں، ان سے نکاح کرو، دو دو، تین تین، چار چار، لیکن اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ تم یتامیٰ کے ساتھ انصاف نہیں کر سکو گے تو پھر ایک بیوی رکھو یا ان عورتوں کو زوجیت میں لاؤ جو تمہارے قبضہ میں آئی ہیں، بے انصافی سے بچنے کے لئے یہ زیادہ قرین ثواب ہے۔

اس آیت کی مختلف تفسیر نقل کرنے سے پہلے یہ بات ذہن نشین کر لیجئے کہ آئمہ مجتہدین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ تعدد ازواج فرض، واجب یا سنت نہیں ہے بلکہ صرف مباح ہے [۲] یعنی اگر کسی وقت کوئی حاجت مند اس کی ضرورت محسوس کرے تو اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے بشرطیکہ وہ اس کی تمام شرائط کو بھی پورا کر سکتا ہو۔

---

[۲] تفسیر کبیر۔ امام فخر الدین رازی مطبوعہ مصر جلد ۳ صفحہ ۲۰۰

حضرت عائشہ رضؓ کی تفسیر

اس آیت میں یہ واضح حکم موجود ہے کہ اگر یتیموں کا مسئلہ درپیش ہو تو ایک سے زیادہ شادیاں کی جاسکتی ہیں۔ صحابہ کرام سے بھی اس کی یہی تفسیر منقول ہے۔ بخاری شریف، مسلم شریف، نسائی شریف اور بیہقی شریف میں حضرت عائشہ رضؓ سے اس کی یہ تفسیر نقل کی گئی ہے :-

حضرت عروۃ بن زبیرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضؓ سے اس آیت کے متعلق پوچھا تو انھوں نے فرمایا کہ اے بھانجے وہ یتیم لڑکی ہے جو ولی کی نگرانی میں ہوتی تھی اور وہ اس کے مال میں شریک ہوتا تھا [۳]

اس کی تائید اور اقوال سے بھی ہوتی ہے۔ علامہ الوسی فرماتے ہیں :-

وقد قیل فی تفسیر الآیۃ الکریمۃ ان المراد من النساء الیتامیٰ ایضاً۔

اور اس آیت کی تفسیر میں کہا گیا ہے کہ یہاں عورتوں سے مراد یتیم ہیں۔ [۴]

بعض دوسرے آئمہ نے اس آیت سے تحدید ازواج یعنی ایک بیوی تک محدود رہنا مراد لیا ہے

وجوّز لبعضہم کون الاشارۃ الی ثلاثہ امور التقلیل من الازواج واختیار الواحدۃ والتسری۔

ترجمہ : اور بعض نے اس سے تین امور کی طرف اشارہ جائز قرار دیا ہے یعنی تحدید ازواج اور صرف ایک بیوی سے شادی کرنا یا لونڈی۔ [۵]

امام شافعیؒ کا نقطۂ نظر

امام شافعیؒ نے اس آیت کی منفرد تفسیر کی ہے۔ ان کا پہلا استدلال تو یہ ہے کہ نکاح کرنے کی بجائے نفل عبادت میں مشغول رہنا زیادہ افضل ہے۔ [۶]

اس آیت کے آخری ٹکڑے الاّ تعولوا کی تفسیر وہ یہ فرماتے ہیں "تاکہ تمہارے عیال زیادہ نہ ہوجائیں" [۷]

علامہ الوسی اس کی تشریح یوں فرماتے ہیں :-

---

[۳] روح المعانی جلد ۴ صفحہ ۱۶۸۔ [۴] ایضاً صفحہ ۱۷۳۔ [۵] ایضاً صفحہ ۱۷۵

[۶] تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۲۰۳ (مطبوعہ مصر) [۷] روح المعانی جلد ۴ صفحہ ۱۷۶

ثم المراد بالعيال على هذا التفسير يحتمل ان يكون الازواج كما اشرنا اليه وعدم كثرة الازواج فى اختيار الواحدة۔

پھر اس تفسیر میں عیال سے ازواج کا مراد لینے کا احتمال ہے جیساکہ ہم نے اشارہ کیا ہے اور زیادہ کے بجائے صرف ایک بیوی تک محدود رہنا۔ [۸]

امام شافعیؒ کی اس تفسیر پر اعتراض بھی کئے گئے ہیں. لیکن مفسرین نے ان اعتراضات کے مفصل جواب دے کر امام شافعیؒ کی تفسیر کو ترجیح دی ہے. ان ترجیح دینے والے مفسرین میں علامہ الوسی صاحب روح المعانی اور امام فخر الدّین رازی صاحب تفسیر کبیر بھی شامل ہیں. انھوں نے اس تفسیر پر کئے گئے اعتراضات کے جو جواب دیئے ہیں، ان کا خلاصہ یہ ہے :-

(۱) امام الکسائی نے فصیح عربوں سے عال کے یہی معنی نقل کئے ہیں کہ جب عیال زیادہ ہو جائیں. الاصمعی اور الازہری جیسے علماء ادب و لغت نے بھی یہی معنے کئے ہیں [۹]

(۲) سلف صالحین سے بھی اس کی ایسی ہی تفسیر منقول ہے. ابن ابی حاتم نے روایت کی ہے اور وہ نامی گرامی تابعی ہیں اور حضرت طاؤس کی قراءت اَنْ لَا تَعِيْلُوْا اس کی تائید کرتی ہے. [۱۰]

(۳) امام القراء علامہ الدوری نے اسے قبیلہ حمیر کی لغت قرار دیا ہے اور اس کی تائید میں یہ شعر پیش کیا ہے:-

وَاِنَّ الْمَوْتَ تَاخُذُ كُلَّ حَيٍّ - بلاشكٍ وَاِنْ امشى وعالا
اَىْ وَاِنْ كثرت ماشتيهٗ ۔

(بے شک موت ہر زندہ کو جالیتی ہے، چاہے اس کے مولیشی اور عیال کتنے ہی زیادہ کیوں نہ ہوں) [۱۱]

امام فخر الدّین رازیؒ نے امام شافعیؒ کی تفسیر کو ترجیح دینے کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ اگر "تعولوا" کے معنی ظلم کے لئے جائیں تو پھر اس آیت میں تکرار لازم آتا ہے. کیونکہ یہ مفہوم تو انصاف نہ کرنے کے خدشہ سے پہلے ہی معلوم ہو چکا ہے لیکن اگر امام شافعیؒ کے بیان کردہ معانی اختیار کئے جائیں تو پھر کسی قسم کا تکرار لازم نہیں آتا. اس لئے یہی تفسیر عمدہ ہے۔ [۱۲]

اہل الظاہر اور دوسرے آئمہ کا مسلک

بعض دوسرے آئمہ مجتہدین جن میں اہل الظاہر، ابن الصباغ عمرانی اور بعض شیعہ شامل ہیں. اس آیت کریمہ کی تفسیر

---

[۸] ایضاً [۹] ” [۱۰] ” [۱۱] ایضاً [۱۲] تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۲۰۵ (مطبوعہ مصر)

اور ہی عجیب طرز پر کرتے ہیں۔ یہاں لمبی عربی عبارت نقل کرنے کے بجائے صرف ترجمہ پر اکتفا کیا جاتا ہے:

" اس آیت میں مثنیٰ، وثلاث ورباع میں جو (واؤ) ہے، وہ جمع کے لئے ہے (یہ اہل الظاہر کا استدلال ہے ان کے نزدیک نو بیویوں تک کی اجازت ہے) لغت میں لفظ مثنیٰ کے معنی "دو دو" کے ہیں نہ کہ صرف "دو" اور اگر کہا جائے کہ دو دو آدمی آئے تو یہ الفاظ ایک ہزار کی تعداد میں آنے والے اشخاص کے لئے بھی بولے جا سکتے ہیں کہ اتنی تعداد دو دو کرکے آئی۔ مثلاً کہا جاتا ہے کہ جاء القوم مثنیٰ (لوگ دو دو کرکے آئے) ثلث اور رباع کے معانی بھی اسی طرح ہوں گے۔ یہ عربی لغت کی بحث ہے جس میں کسی شک کی گنجائش ہی نہیں۔ پس آیت مذکور اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ "دو دو" یا "تین تین" یا "چار چار" سے شادی کرے۔ اس میں یہ شرط نہیں کہ اس کے بعد "دو دو" یا "تین تین" یا "چار چار" کی دوسری جماعت نہ ہو۔ کیونکہ لغت اور عُرف کے لحاظ سے یہ شرط ٹھیک نہیں۔ مثلاً اگر کسی آدمی کے پاس ایک ہزار آدمی جمع ہوں تو وہ کہہ سکتا ہے کہ یہ لوگ دو دو یا تین تین کرکے آئے۔ اس حساب سے لاتعداد شادیاں جائز ہیں۔ اب "واؤ" چاہے جمع کے لئے ہو یا اختیار کے لئے، کوئی فرق نہیں پڑتا۔"[۱۳] بعض مفسرین نے اس استدلال کو تسلیم کیا ہے۔ تفصیلی بحث کے لئے تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۲۰۲ ملاحظہ ہو۔

اس آیت کی ان مختلف تفسیروں کی وجہ سے مفسرین کرام کو کہنا پڑا کہ چار بیویوں کا ثبوت حدیث شریف سے ثابت ہوتا ہے نہ کہ قرآن مجید سے۔ نواب صدیق حسن خان صاحب تفسیر فتح البیان میں فرماتے ہیں:-

فاولی ان یستدل علی تحریم الزیادۃ علی الاربع بالسنۃ لا بالقران۔

پس اَولیٰ یہ ہے کہ چار سے زیادہ ازواج کی حرمت کے لئے استدلال حدیث سے کیا جائے نہ کہ قرآن مجید سے۔[۱۴]

اب وہ حدیث ملاحظہ ہو جس سے یہ استدلال کیا جاتا ہے۔ یہ حدیث ابو داؤد اور ابن ماجہ نے روایت کی ہے۔

" قیس بن حارث کے پاس چار سے زیادہ بیویاں تھیں۔ لیکن اسلام لانے کے بعد رسول اکرم صلعم نے اسے صرف چار اختیار کر لینے کا حق دیا تھا۔"[۱۵]

آئمہ حدیث کے نزدیک اس حدیث کی صحت مشکوک ہے۔ علامہ شوکانی اس حدیث پر بحث کرتے

---

[۱۳] نیل الاوطار شرح منتقیٰ الاخبار جلد ششم صفحہ ۱۵۰۔ [۱۴] فتح البیان جلد ۲ صفحہ ۱۶۸

[۱۵] ...

ہوئے فرماتے ہیں:۔

حدیث قیس بن الحارث و فی روایۃ الحارث بن قیس فی اسنادہٖ محمّد بن عبد الرحمٰن بن ابی لیلی وقد ضعفہٗ غیر واحد من الائمۃ۔

قیس بن حارث کی حدیث میں اور دوسری روایت کے مطابق حارث بن قیس کی حدیث کے ایک راوی محمّد بن عبد الرحمٰن بن ابی لیلی ہیں جن کو اکثر آئمہ نے ضعیف قرار دیا ہے۔ [۱۶]

علامہ شوکانی مزید فرماتے ہیں کہ حارث بن قیس کی کوئی دوسری روایت بھی نہیں (ایضاً)

اس کے برعکس بعض احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خود حضور صلعم نے تعدد ازواج کی شرائط کا عملی مفہوم بتایا اور اس پر خود بھی عمل کیا اور منبر شریف پر اس کا اعلان فرما کر امت کو بھی اس کا سبق دیا۔ بخاری شریف میں یہ حدیث متعدد بار آئی ہے۔

عن المسور بن مخرمۃ قال سمعت رسول اللہ صلعم یقول وھو علی المنبر انّ بنی ھشام بن المغیرۃ استاذنوا فی ان تنکحوا ابنتھم علی بن ابی طالب فلا اذن ثمّ لا اذن ثم لا اذن الّا ان یرید ابن ابی طالب ان یطلق ابنتی و ینکح ابنتھم فانما ھی بضعۃ منّی یریبنی ما ارابھا و یوذینی ما اذاھا۔

حضرت مسور بن مخرمۃ سے روایت ہے کہ میں نے حضور صلعم کو منبر پر یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ بنی ہشام بن المغیرہ نے مجھ سے اس بارے میں اجازت چاہی ہے کہ وہ اپنی بیٹی کا نکاح علی بن ابی طالب سے کر دیں۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ میں ہرگز ہرگز اس بات کی اجازت نہیں دیتا ہاں اگر علی چاہتے ہیں تو میری بیٹی کو طلاق دے دیں اور ان کی بیٹی سے نکاح کر لیں۔ میری بیٹی میرا گوشۂ جگر ہے جو چیز اسے تکلیف پہنچاتی ہے وہ مجھے بھی پہنچاتی ہے اور جو چیز اسے ایذا دیتی ہے وہ میری ایذا کا بھی سبب ہے [۱۷]

اس حدیث پر خوب خوب بحثیں ہوئی ہیں اور اس کی مختلف تاویلات کرنے کی کوشش کی گئی ہے ایک تاویل یہ بیان کی گئی ہے کہ یہ حضور صلعم کے خصائص سے تھا کہ آپ کی بیٹیوں کی موجودگی میں دوسری شادی نہ کی جائے [۱۸] ایسی تاویلوں پر پھر اعتراض کئے گئے۔ چنانچہ ان تمام بحثوں کے بعد جو فیصلہ کن

---

[۱۶] نیل الاوطار جلد ۶ صفحہ ۱۵۰۔ [۱۷] صحیح بخاری باب ذب الرجل عن ابنتہ فی الغیرۃ والانصاف

[۱۸] فتح الباری شرح بخاری جلد ۹ صفحہ ۱۸۷

بات کہی گئی ہے وہ یہ ہے :۔

و محصل الجواب انّ فاطمہ کانت اذ ذاک کما تقدم فاقدۃً من ترکن الیہ ممّن یوءنسھا ویزیل وحشتھا من امٍ او اختٍ۔

اور تمام جواب کا ما حصل یہ ہے کہ ان دنوں حضرت فاطمہؓ کی موانست اور ان کی وحشت دور کرنے کے لئے والدہ یا بہنیں نہیں تھیں۔ [۱۹]

اور اس بناء پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری شادی کی اجازت دینے سے انکار فرما دیا۔ اس حدیث اور قرآن کریم سے دوسری شادی کے لئے جو شرائط سامنے آتی ہیں، ان کی تفصیل یوں بنے گی :

۱۔ قرآن کریم نے تعدد ازواج کے لئے چار شرطیں رکھی ہیں۔ یتامیٰ کو کھپانے کا مسئلہ، عدل، کفالت اور جنسی صلاحیت۔

۲۔ مذکورہ بالا احدیث سے یہ شرط سامنے آتی ہے کہ دوسری شادی کے لئے بیوی یا اس کے لواحقین کی رضامندی ضروری ہے۔

۳۔ اگر پہلی بیوی کی موانست اور وحشت دور کرنے کے لئے ماں، بہن نہیں ہے تو مرد کو دوسری شادی کی اجازت نہیں۔

۴۔ حضور صلعم نے یہ فیصلہ منبر پر رونق افروز ہو کر فرمایا جس کا مقصد امت کو تعلیم دینا ہے۔

اس ظلم کو ختم کرنے کے لئے آج کل جو قانونی شرائط عائد کی گئی ہیں وہ کسی طرح اس سے زائد نہیں بلکہ تقریباً تقریباً یہی ہیں۔ صرف اصطلاحات اور الفاظ کا فرق ہوگا۔

امام ابو حنیفہ کی رائے

امام ابو حنیفہؒ نے اس مسئلہ پر بڑی مفصّل بحث فرمائی تھی لیکن افسوس کا مقام ہے کہ ان کا تیس سال کی محنت شاقہ کا حاصل کتابی شکل میں امت تک نہ پہنچ سکا۔ بس مختلف کتابوں میں بکھرے بکھرے اقوال ملتے ہیں جن سے بڑی جستجو اور محنت کے بعد ان کا نقطۂ نظر ملتا ہے۔ اس خاص مسئلہ میں علامہ مناظر احسن گیلانی ان کے مسلک کو ان الفاظ میں پیش کرتے ہیں :۔

تعدد ازواج کے بارے میں امامؒ کا جو نقطۂ نظر تھا، دوسری جگہ لوگوں نے اسے بیان کیا ہے۔ خلاصہ

---

[۱۹] فتح الباری شرح بخاری جلد ۹ صفحہ ۱۸۷

یہ ہے کہ ابراہیم غالباً (النخعی) کے متعلق امام صاحب سے کسی نے اس واقعہ کا ذکر کیا کہ کسی نے ہدیۃً کوئی کپڑا ان کی خدمت میں پیش کیا لیکن انھوں نے لینے سے انکار کیا۔ اس نے کہا "خرید لیجئے"۔ بولے کہ میاں چار سو درہم میرے پاس اگر ہوتے تو دوسری بیوی نہ کرتا، جو تمہارا کپڑا خریدتا؟ اس نے کہا کہ ایک بیوی کیا آپ کے لئے کافی نہیں۔ بولے کہ اِنْ حَاضَتْ حِضْتُ (جب اس کے ایام کا زمانہ آتا ہے تو میں بھی گویا ایام میں بیٹھ جاتا ہوں) امام صاحب نے اس قصّے کو سن کر کہا کہ بھائی مجھے تو رسول اللہ کے صحابی حضرت جابر بن عبداللہ سے یہ روایت پہنچی ہے کہ ایک بیوی والا سرور میں رہتا ہے اور دو بیویوں والا شرور کا شکار بنتا ہے۔ یعنی مصیبتوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ یہ روایت سنا کر امام صاحب نے فرمایا کہ میرے ساتھ جیسے اتفاق نہ ہو وہ تجربہ کر کے دیکھ لے۔ یا شائد جابر ہی کا قول نقل کیا اور کہا کہ ابراہیم کو شائد تجربے کا موقع نہ ملا اور اس کے بعد کہنے لگے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو برتاؤ عدل و انصاف کا اپنی بیویوں کے ساتھ تھا جو اس برتاؤ کو نہ کر سکے تو وہ ظالموں میں لکھا جائے گا۔ پھر وہ حدیث سنائی جس میں ہے کہ دو بیویوں کے ساتھ انصاف نہ کرنے والا قیامت کے دن اس حال میں اٹھے گا کہ ایک شق اس کے بدن کا ساقط ہوگا۔ ع۔ امامؒ نے اس پر اور اضافہ کیا کہ ایک ہی بیوی پر قناعت اپنے لئے تو میں نے اسی مسلک کو اختیار کیا ہے اور فرمایا بھائی بے فکری اور سلامتی کے برابر کوئی چیز نہیں۔ پھر عورتوں کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبۂ حجۃ الوداع کے ان الفاظ کو دہرایا کہ یہ عورتیں تمہارے ہاتھوں میں بندھی ہوئی ہیں۔ پس ان کے ساتھ نیک برتاؤ کرتے رہنا۔ راوی کا بیان ہے کہ دیر تک امامؒ صاحب اس مسئلہ پر گفتگو فرماتے رہے۔ لیکن مجھے بس اس قدر یاد رہ گیا۔ کاش امامؒ صاحب کی پوری تقریر راوی کو یاد رہ جاتی تو تعدد ازواج کے مسئلہ میں مسلمانوں کے سب سے بڑے امام کا نقطۂ نظر دنیا کے سامنے آجاتا اور پہلی صدی تک کے مسلمانوں کے خیالات کی وہ ایک تاریخی شہادت ہوتی۔ جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اس قسم کی باتیں یورپ کی نکتہ چینیوں کے بعد مسلمانوں نے بنانی شروع کی ہیں ان کا بہترین جواب امامؒ کا یہ بیان ہو سکتا ہے۔ میرے خیال

ع۔ مَنْ كَانَ لَهٗ امرأتان يميل مع احديهما جاء يوم القيامة واحد شقيه مائل" (الحديث)

میں تو جو کچھ راوی کو یاد رہ گیا ہے وہ بھی اس مدعا کے اثبات کے لئے کافی ہے۔ [۲۰]

تعدد ازواج کے متعلق امام صاحب کے اس نقطہ نظر کو علامہ گیلانی پہلی صدی تک کے مسلمانوں کا طرز عمل تصوّر کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اُمت کے اکثر آئمہ مجتہدین کا یہی مسلک تھا۔ آئمہ اربعہ میں سے امام شافعیؒ کا نقطۂ نظر تو پیش کیا جاچکا ہے۔ امام احمد بن حنبل صرف ایک بیوی تک محدود رہنے کو سنت قرار دیتے ہیں۔ ان کا اور حنبلی مذہب کا مسلک یہ ہے:۔

امام احمد بن حنبل کا مسلک

قالوا یندب نکاح امراۃ واحدۃ فلا یعدد الازواج فان فی التعدد خطورۃ عدم العدل فیقع فی المحرم

صرف ایک عورت سے شادی کرنا مستحب ہے۔ پس ازواج زیادہ نہ ہوں۔ کیونکہ ایک سے زیادہ بیویوں کے ہونے پر عدل سے ہٹنے کا خطرہ ہے جس سے وہ حرام میں پڑ جائے گا۔ [۲۱] خیال رہے کہ حنابلہ کے نزدیک سنت اور مستحب ایک ہی چیزیں ہیں۔ سنت، مندوب اور مستحب حنابلہ کے نزدیک مترادف الفاظ ہیں جن کے معنی ایک ہیں۔ [۲۲]

اس تمام بحث اور آئمہ مجتہدین کے فیصلوں سے یہ حقیقت اُبھر کر سامنے آجاتی ہے کہ اسلام میں تعدد ازواج کی مباح اجازت کئی شرائط کے ساتھ مشروط ہے اور جو شخص ان شرائط کی پابندی نہیں کرسکتا اسے کسی صورت میں اس مباح حکم سے فائدہ اٹھانے کی اجازت نہیں۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آج کل جو لوگ تعدد ازواج کو ایسی ہی شرائط کے ساتھ قانونی طور پر مشروط کرنے کی مخالفت کر رہے ہیں، کیا یہ اسلامی احکام ان کی نظر سے نہیں گزرے؟ ان کی پرانی تحریروں سے تو یہی اندازہ ہوتا ہے کہ یہ ساری تفصیلات یقیناً ان کی نظر سے گزری ہیں کیوں کہ جب ان حضرات کو سیاسی مجبوریاں درپیش نہیں تھیں تو انھوں نے بھی اس بارے میں اپنا فیصلہ ان الفاظ میں دیا تھا:۔

"قرآن مجید میں تعدد ازواج کی اجازت عدل کی شرط کے ساتھ دی گئی ہے۔ اگر کوئی شخص عدل نہ کرے تو اسے اس مشروط اجازت سے فائدہ اٹھانے کا حق نہیں ہے۔ خود اس آیت میں جہاں تعدد ازواج کی اجازت دی گئی ہے، صاف حکم موجود ہے کہ اگر تم عدل نہ کرسکو تو ایک ہی بیوی رکھو۔

---

[۲۰] حضرت امام ابوحنیفہ کی سیاسی زندگی مطبوعہ کراچی صفحہ ۳۱۷ (پہلا ایڈیشن)
[۲۱] الفقہ علی المذاہب الاربعہ جلد ۴ صفحہ ۱۰۔ [۲۲] ایضاً جلد ۱ صفحہ ۶۱

فان خفتم الاّ تعدلوا فواحدۃً او ماملکت ایمانکم ذالک ادنیٰ الاّ تعولوا۔
(پھر تم کو خوف ہو کہ عدل نہ کرسکو گے تو ایک ہی بیوی رکھو یا لونڈی جو تمہارے قبضہ میں ہو۔ یہ زیادہ قرینِ مصلحت ہے۔ تاکہ تم حق سے متجاوز نہ ہو جاؤ) مذکورہ بالا آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ جو شخص دو یا زائد بیویوں کے درمیان عدل نہیں کرتا اور ایک طرف جھک کر دوسری کے حقوق ادا کرنے میں کوتاہی کرتا ہے وہ ظالم ہے، تعددازدواج کی اجازت سے فائدہ اٹھانے کا اس کو کوئی حق نہیں ہے۔ قانون کو ایسی حالت میں اسے صرف ایک بیوی رکھنے پر مجبور کرنا چاہیئے۔ اور دوسری بیوی یا بیویوں کو اس کے خلاف قانون سے دادرسی پانے کا حق ہونا چاہیئے۔" [۲۳]

---

۲۳ حقوق الزوجین مولانا مودودی طبع ہفتم صفحہ ۴۱-۴۲

دنیا جہاں عرب و عجم کے لوگوں میں عام طور پر یہ طریقہ رائج ہے کہ ارتفاقات و معاشرت کی تکمیل میں عورت مرد کی معاون ہوا کرتی ہے۔ کھانے پینے لباس وغیرہ کی تیاری میں مرد کی کفالت کرتی ہے۔ شوہر کے مال کی حفاظت اور اس کی اولاد کی حضانت و پرورش کیا کرتی ہے نیز اس قسم کے بے شمار امور جن کی تفصیل غیر ضروری ہے، عورت مرد کی قائم مقامی کیا کرتی ہے۔ یہی وجوہات ہیں جن کی بناء پر شرائع الٰہیہ نے اکثر و بیشتر اس رشتے کے قیام و بقا کی طرف توجہ کی ہے اور اس کے اندر تلخی و بدمزگی پیدا کرنے اور اس کے ابطال کو مکروہ قرار دیا ہے، اور ظاہر ہے کہ ہر ربط و مقاصد کے مقاصد کی تکمیل الفت و محبت کے بغیر ناممکن ہے اور الفت و محبت اس وقت تک ناممکن ہے جب تک میاں بیوی دونوں کے دونوں چند خصائل و اخلاق کے پابند نہ ہوں۔

(حجۃ اللہ البالغہ، از حضرت شاہ ولی اللہؒ)